ظلم

ظلم کا معنی ومفہوم اسلام کی ڈکشنری میں بہت وسیع ہے۔ ظلم کے معنی حد سے تجاوز کرنا اور حق و انصاف کی حدود کو پھلانگ جانا ہے۔ ہر وہ چیز جس میں عدل وانصاف سے انحراف اور حق وصداقت سے بے رخی برتی گئی ہو اسے ہمیں ظلم کی علامت سمجھنا چاہیے۔ ظلم کے ہزاروں روپ ہیں۔ اس کی بے شمار شاخیں ہیں۔ یہ شاخیں موٹی بھی ہیں پتلی بھی ہیں۔ ظلم کی ٹہنی کبھی کبھی اتنی پتلی بھی ہوتی ہے جو ہمیں بظاہر نظر نہیں آتی۔ لیکن جب اسے ایک بار پھلنے پھولنے کا موقع مل جاتا ہے تو وہ پورے سماج پر چھا جاتی ہے۔ اس کی حیثیت اس امر بیل کی طرح ہے کہ جسے اگر معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو وہ سچائی، خیر اور فلاح کے کسی بھی پودے کو برگ و بار لانے کے قابل نہیں رہنے دیتی اور حق وعدل کے ہر نظام کی رگ رگ سے زندگی کا خون اس طرح نچوڑ لیتی ہے کہ ان کیلئے اپنا وجود باقی رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں اوپر سے لے کر نیچے تک اور حکومت واقتدار کے شان دار گلیاروں سے لے کر عوامی اداروں اور پارٹیوں تک کی رگوں میں ظلم کا فاسد ومسموم خون جس طرح دوڑ رہا ہے اور جس طرح سماج کا ہر طبقہ ظلم واستحصال کے کوہ گراں کے نیچے سسکیاں لے رہا ہے اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ملک ومعاشرہ کے دانشورں اور علماء وفضلاء کے ایک بڑے گروہ نے ظلم کے جن کو بڑے محدود ومحتاط معنی ومفہوم کی بوتل میں بند کر رکھا ہے۔ اس لئے گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ظلم کا جن اتنا بگڑیل اور عنان گسیختہ ہے کہ وہ ایک سانڈ کی طرح چیختا چلاتا اور تباہی مچاتا ہوا ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔

دانشوروں کی ڈکشنری کہتی ہے کہ ظلم صرف وہ ہے جو تمہارے ذاتی مفادات پر ضرب لگائے۔۔۔ جو تمہاری دکانوں اور کارخانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے۔۔۔ جو رشوت وسفارش کے بعد بھی تمہارا کام نہ کرا سکے۔ جو سورس لگنے کے باوجود تمہیں کسی کالج ویونیورسٹی میں داخلہ نہ دلوا سکے۔۔۔ جو تمہارے معمولی سے مکان کو کوٹھی میں تبدیل ہونے دے ۔۔۔ جو تمہیں اتنی ترقی بھی کرنے نہ دے کہ تم سائیکل کی بجائے کوئی خوبصورت اور چمکتی سی کار لا کر اپنی کوٹھی کے سامنے کھڑا کرنے کے قابل ہو سکو۔۔۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ تم جائز و ناجائز کوئی بھی راہ ترقی اختیار کر کے اپنے ''اسٹیٹس'' کو اتنا بلند نہ کر سکو کہ سماج کے ''وی آئی پی'' اور صاحب حیثیت لوگوں میں تمہارا شمار ہو سکے۔ یہ عجیب قسم کی دانشوری ہے جو لوگوں کے سامنے اس ظلم سے بچنے کا یہ رخ پیش کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص ظلم کے خوں آشام پنجوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اسے ظلم کا نظام بدلنے کی بجائے اپنے کام سے کام اور صرف اپنے مفادات سے دلچسپی رکھنی چاہیے۔ اگر اس کے مفادات پر کہیں کوئی ظلم ہو رہا ہے یا اس کا کام بگڑ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ متعلقہ بابوؤں، دفتروں اور افسروں کو دہائی دے کر، ان کے آگے پیچھے دوڑ کر اور ضرورت پڑے تو ان کی مٹھیاں گرم کر کے اپنا کام بنا لے۔ اگر وہ یہ سب نہ کر سکے تو صبر وسکون کے ساتھ اور اگر تقاضا ہو تو اپنے ہاتھ پیر مفلوج کر کے کہیں چپکے سے بیٹھ رہے۔ اس ظلم پروف منطق کے نزدیک ظلم کے خلاف آواز اٹھانا خود ایک بہت بڑا ظلم ہے اور اس کی پہنچ سے محفوظ رہنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ظلم کو اس وقت تک ظلم نہ کہا جائے جب تک کہ وہ ہمارے ذاتی اغراض ومفادات کو نقصان پہنچانے کیلئے ہاتھ نہ بڑھائے۔ گویا اس منطق کی نظر میں ظلم وزیادتی کے عفریت کے خلاف کسی کو اس وقت تک جنبش نہیں کرنی چاہیے جب تک اسے یہ یقین ہو کہ یہ اس کے اپنے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔

لیکن جب اس ظلم کو ناپنے اور جانچنے کا پیمانہ وسیع ہو تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ظلم کا مطلب صرف کسی کے نجی مفادات ومصالح اور ذاتی سرمایہ، مال وجان کو نقصان پہنچنے اور ان کی نفی ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اس ہولناک اجتماعی تباہی کا نام ہے۔ جو شرک سے شروع ہو کر اس فریب نفس تک پہنچتی ہے کہ جس کا زہر اگر اجتماعی طور پر کسی قوم کے وجود میں ایک بار بھی داخل جائے تو پھر وہ دنیا وآخرت میں بالآخر تباہی کے انجام سے دوچار ہو کر رہتی ہے۔

جو انسان اپنے خالق و مالک سے نافرمانی کر سکتا ہے اور اس کے ساتھ احسان فراموشی کا برتاؤ کر سکتا ہے اس کا سلوک خدا کے بندوں کے ساتھ کیسا ہوگا۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں اسی لئے شرک کو ظلم کی سب سے بھیانک شکل کہا گیا ہے۔ شرک ظلم کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔ جس سماج میں شرک اور خدا

فراموشی کا راج ہوگا وہاں کی مخلوق کبھی ظلم سے نجات نہیں پا سکتی، اس لئے کہ وہاں کا انسان، انسان پر جانوروں سے بھی زیادہ ہیبت ناک بن کر مسلط ہوتا ہے اور خدا کے بندے اپنے ہی جیسے بندوں کی ایسی غلامی میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں جس کے نزدیک ایک ظالم انسان کیلئے اپنے اغراض و مفادات کی تکمیل کی راہ میں ظلم کی ہر حد کو پار کر جانے کی کھلی چھوٹ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا ہے۔ (ان الشرک لظلم عظیم) اس ظلم سے انسانیت کو بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ نظام شرک کی جڑ بنیاد اکھاڑ کر ایک ایسے نظام حق کے قیام کی جدوجہد کی جائے جس کے نزدیک ظلم اپنے ہر روپ میں ناقابل برداشت ہو جائے۔

قرآن کی ڈکشنری میں ہر وہ عمل ظلم گردانا جاتا ہے جس میں عدل انصاف، سچائی، حق، امن، محبت نیز خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی مکمل ادائیگی کے راستے سے انحراف و سرتابی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ یہ ڈکشنری کہتی ہے کہ انسان کا اپنے ایک خدا کو بھولنا یا اس کے ساتھ دوسرے خداؤں کو شریک کرنا ظلم ہے۔ حکمرانوں کا خود عیش و عشرت کی شراب میں ڈوبے رہنا اور اپنے عوام کے حقوق و مراعات و بنیادی ضروریات و سہولیات کو فراموش کر دینا ظلم ہے۔ عوام کا اپنے حکمرانوں کی خوشامد کرنا اور انہیں راہ راست پر نہ لانا بھی ظلم ہے۔ لوگوں کے درمیان جھوٹ، بے ایمانی اور فریب دہی کا عام ہونا بھی ظلم ہے۔ رشوت اور کرپشن کو برداشت کرنا بھی ظلم ہے۔ عدالتوں میں جھوٹی گواہیوں کا انبار لگانا بھی ظلم ہے۔ عدالتوں کا حکومت اور طاقت ور گروہوں کے رعب اور دباؤ میں آکر مبنی بر انصاف فیصلے صادر نہ کرنا بھی ظلم ہے۔ ایسی خودغرضی، سرمایہ داری اور دولت پرستی جس میں غریب محتاج لوگوں کا کوئی حق نہ ہو، یہ بھی ظلم ہے۔ دولت کی ناجائز و غیر مساویانہ تقسیم ظلم ہے۔ ٹرین کے ڈبوں سے لیکر حکومت کے دفتروں تک میں ایک ہی طرح کے انسانوں کے درمیان فرق و امتیاز برتنا اور انہیں نام نہاد درجہ و مرتبہ کے مختلف خانوں میں تقسیم کرنا بھی صریح ظلم ہے۔ اور پھر ظلم یہ بھی ہے کہ مظلوموں کو ملک کا کوئی بھی طبقہ یا کوئی ادارہ انصاف نہ دلا سکے۔ ظلم یہ بھی ہے کہ ظالموں کو نہ صرف یہ کہ کوئی سزا نہ ملے بلکہ الٹے سیاست کے درباروں میں ان کے ظالمانہ کارناموں کی بنیاد پر ان کا مول بھاؤ شروع ہو جائے۔ ظلم یہ بھی ہے کہ کسی قوم کو اقلیت سمجھ کر اس کی عبادت گاہوں کو ڈھایا جائے اور اس کی تہذیب و تمدن کے خلاف سرکاری سطح پر سازشیں کی جائیں۔ ظلم یہ بھی ہے کہ کوئی سیاسی پارٹی کسی قوم کے لئے کچھ نہ کر کے بھی بہت کچھ کرنے کا ڈھنڈورہ پیٹے اور اس کا گریبان پکڑنے والا کوئی نہ ہو۔ ظلم یہ بھی ہے کہ اپنے ملک کے ہر جائز و ناجائز اقدام کی حمایت کی جائے یا پھر خاموش رہا جائے۔ ظلم یہ بھی ہے کہ ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی بجائے ذاتی اغراض و مفادات کے لئے ان سے اندر ہی اندر مظلوموں کا نمائندہ بن کر کوئی شخص یا گروہ سانٹھ گانٹھ کرنے لگے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے اور ظالموں کو للکارتے ہوئے خوف یا ڈر محسوس کیا جائے۔ ظلم یہ بھی ہے کہ سماج میں کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ ہو اور یہ کمزور و مظلوم لوگ اپنے ہی جیسے انسانوں کے ظلم و جبر کے خلاف زبان کھولتے ہوئے بھی ڈر رہے ہوں۔

ظلم کی یہ وہ اجتماعی شکلیں ہیں جن کا وجود کسی بھی ملک یا معاشرے کے لئے سوہان روح ہے اس ظلم کو برداشت کرنا انارکی، تباہی، طوائف الملوکی اور بالآخر عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اسی لئے نظام حق اس ظلم سے نجات کا جو علاج تجویز کرتا ہے وہ خودغرضی ار مفاد پرستی پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ پورے سماج کو اس کے خلاف اکساتا ہے اور اس کے شعور کو اس حد تک بالغ کرتا ہے کہ سماج کا ہر بالغ و ہوش مند نوجوان ظلم کو ظلم سمجھنے اور کہنے لگے۔ اسلام نے شہریوں کو نہ صرف یہ حق دیا ہے بلکہ انہیں اسکی ترغیب بھی دی ہے کہ وہ ہر ظلم کے خلاف جدوجہد کریں۔

اللہ کو پسند نہیں ہے کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے مگر جب اس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (النساء 148) بلکہ وہ آگے بڑھ کر لوگوں کو ظلم کو برداشت کرنے پر یہ دھمکی دیتا ہے کہ لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو وہ دن دور نہیں جب ان پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ (ترمذی) اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے انسانوں کو تلقین کی ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روک کر اور مظلوم کو ظلم سے نجات دلا کر ظالم و مظلوم دونوں کی مدد کرو (بخاری) ظلم کے خلاف سب سے موثر چیلنج ثابت ہونے والے اس نظام عدل و انصاف کے نزدیک نہ تو ظالموں کو امانت و قیادت کا حق ہے۔ اور نہ لوگوں کو ظالم حکمرانوں کی اطاعت کرنے کی اجازت۔ اس کا صریح حکم ہے کہ ظالموں (مسرفین) کی اطاعت نہ کرو۔ (الشعراء 151)

ظلم کے خلاف یہ نظام کتنا سخت ہے اسے جاننے کیلئے قتل نفس کے سلسلے میں قرآن کا یہ فلسفہ ہی کافی ہو جانا چاہیے جس کے مطابق، ایک انسان کا قتل کرنے والے کی حیثیت ساری انسانیت کے قاتل کی ہے اور ایک انسان کو قتل سے بچانے والے کی حیثیت ساری انسانیت کے محافظ کی ہے۔ (سورہ المائدہ 32) اسی طرح قتل سے متعلق اسلام کے قانون دیت و قصاص میں جتنی سختی و شدت ہے اور وہ جس انداز سے قتل کے مجرم کے خلاف پورے سماج کو بیدار کرتا ہے وہ بھی اس کی ظلم شکن فطرت کی ایک واضح شہادت ہے۔ یہاں تو جابر و ظالم حکمرانوں کے خلاف کلمہ حق کہنے کو جہاد مقدس قرار دیا گیا ہے۔ کسی ملک میں یہ روشن ہدایات اور ان ہدایات کے ماننے والوں کے ہوتے ہوئے بھی ظلم کا اپنی ہر شکل میں موجود رہنا اور اسکی عملی مزاحمت و مقابلہ کیلئے لوگوں کا صف بستہ نہ ہونا، اس دور کا ایک بڑا سانحہ ہے۔

آج اس پیغام کو عام کرنے کی ضرورت ہے کہ ظلم سے نجات کا یہ وہ حل ہے جس کو اپنا کر ہم ہر ظلم و جبر کے نظام تلے کراہتے ہوئے لوگوں، ظالم و جابر افراد کے خنجر سے زخمی انسانوں اور درد سے بلبلاتی ہوئی انسانیت کی مدد کر سکتے ہیں ورنہ عجب نہیں کہ ظلم کا موجودہ طوفان کسی وقت ہمیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔ قرآن ہمیں آگاہ کرتا ہے۔

"اس عذاب سے بچو جو صرف انہی لوگوں تک نہیں پہنچے گا جو تم میں سے ظلم کرنے والے ہیں۔ (انفال:25)